پردیسیوں کی مجبوریاں

تحریر: سہیل احمد لون

وطن سے دور ہمیں ماں اور دھرتی ماں دونوں کی یاد دیارِ غیر میں پردیسی ہونے کا احساس دلاتی رہتی ہے۔ یہ احساس خاص تہواروں پر شدت اختیار کر جاتا ہے۔ چودہ اگست کو وطن عزیز کی آزادی کا جشن ہر سال روایتی جوش و جذبے سے منایا جاتا ہے مگر اس بار جشن آزادی منانے کا انداز کچھ نرالا ہے۔ آزادی مارچ اور انقلاب مارچ کے شور میں دھرتی ماں کی آزادی کا جشن مدھم پڑ گیا۔

ماں وہ عظیم ہستی ہے جس کی گود سے ہی سب کی دنیا شروع ہوتی ہے اور اس کے آنچل میں شفقت کے وہ ستارے جگمگاتے ہیں جو ماوں کی سیاہ راتوں میں بھی کبھی مدھم نہیں پڑتے۔ جس کی انگلی پکڑ کر ہم پہلا قدم اٹھاتے ہیں تو ماں کے دل سے دعا اور آنکھوں سے خوشی کے آنسو اور زبان سے حوصلہ افزائی کے وہ کلمات نکلتے ہیں جن کی بدولت ہم تاحیات کامرانی کی طرف قدم بڑھاتے رہتے ہیں اور زندگی کے آخری سانس تک وہ ہمارے ہر قدم پر اسی سچے جذبے سے حوصلہ بڑھاتی رہتی ہے۔ دنیا کے نشیب و فراز کی تھکان بھی اسی کے کندھے پر سر رکھنے سے دور ہو جاتی ہے۔ خدا کے بعد اگر کوئی بے لوث ہو کر حسن سلوک کا مظاہرہ کرتا ہے تو وہ صرف ماں ہے۔ دنیا میں اگر ہم کو سب سے زیادہ الٰہی صفات کی مالک کوئی ہستی نظر آتی ہے تو وہ ماں ہے۔ اللہ تعالی نے انسان سے جنت سے بڑھ کر کوئی وعدہ نہیں کیا، نیک اور پارسا انسان کی زندگی کی ہر نیکی صرف رضاءِ الٰہی اور اُس کے نتیجہ میں حصول جنت کیلئے ہوتی ہے لیکن اس جنت کا مقام یہ ہے کہ یہ ماں کے قدم تلے ہے۔ ہم جہاں چاہیں چلے جائیں اور جتنی مرضی زبانیں سیکھ لیں مگر جو مزہ مادری زبان یعنی ماں بولی میں ہے وہ کسی اور میں نہیں۔ شاید یہ اسی لئے بھی ہے کہ بچہ یہ زبان ماں کے پیٹ سے ہی سیکھنا شروع کر دیتا ہے۔ دنیا میں ہر شخص خواب تو ضرور دیکھتا ہے۔ جاگتے میں وہ چاہے جتنی مرضی زبانیں بولے مگر خواب ہمیشہ مادری زبان میں ہی آتا ہے۔ ہمارے دیس کی ماں اپنے بچے پہ اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتی ہے مگر ایک شے ایسی بھی ہے جس پہ ماں اپنے لختِ جگر کو قربان کرنا فخر سمجھتی ہے۔ وہ بھی ماں کا دوسرا نام ہے "دھرتی ماں" جس پہ ہماری ہر ماں اپنے دل کے ٹکڑے کو قربان کر کے فخر محسوس کرتی ہے۔ وہ خوش قسمت ہوتے ہیں جن کی زندگی کی ابتدا ماں کی گود اور زیست کی انتہا دھرتی ماں کی گود میں ہو، گود سے گور تک کے اس سفر میں ہمیں بعض اوقات ان دونوں ماؤں سے دور ایک نئی دنیا میں اپنی دنیا بسانی پڑتی ہے۔

ہم میں سے کوئی بھی خوشی سے نہ تو اپنی ماں اور نہ ہی دھرتی ماں کو چھوڑنا چاہتا۔ اس وقت لاکھوں تارکین وطن جان عزیز پاکستان کو چھوڑ کر دنیا کے مختلف حصوں میں اپنی قسمت آزمائی کر رہے ہیں۔ اس جلاوطنی کا محرک چاہے سیاسی ہو یا معاشی مگر درد ایک ہی ہے۔ ہم پردیس میں رہنے والوں کی اپنی ماں اور دھرتی ماں سے پیار کی جو شدت ہے وہ ان سے کہیں زیادہ ہوتی ہے جو وطن عزیز میں اپنی ماں کی آنکھوں کے سامنے ہیں۔ یہ فطری عمل ہے کہ جب تک آپ کسی شخص یا چیز کے پاس ہوں اس کی قدر و منزلت کا اندازہ اُتنی شدت سے نہیں ہوتا جتنا اُس سے دور جا کر ہوتا ہے۔ محبت کے جذبے کو صرف اور صرف جدائی کی کسوٹی پہ پرکھا جا سکتا ہے۔ ہم میں سے بیشتر جو کسی بھی حالات کی

وجہ سے ماں اور دھرتی ماں چھوڑنے پر مجبور ہوتے ہیں تو ان کو ماں نے اپنے لاڈ پیار سے اتنا سہل پسند بنا دیا ہوتا ہے کہ کچھ پکانا تو دور کی بات پانی کا گلاس تک ہم خود اٹھا کر نہیں لیتے مگر دیارِ غیر میں آتے ہی ہر قدم پہ ہمیں ماں اور دھرتی ماں شدت سے یاد آتی ہیں۔ نا ہی کوئی ناز نخرے دیکھنے والی ماں ہے اور نا ہی اپنی مرضی سے ''موجاں'' کروانے والی دھرتی ماں۔ پردیس آ کر جب ہر کام اپنے ہاتھ سے کرنا پڑتا ہے تو بعض اوقات تو ماں کی ماں یعنی نانی بھی یاد آ جاتی ہے۔ اب تو شکر ہے الیکٹرونک ٹیکنالوجی اتنی ایڈوانس ہو چکی ہے کہ انٹرنیٹ اور فون کے زریعے آدھی ملاقات تو روزانہ ہی ہو جاتی ہے مگر کبھی وقت تھا کہ جب چٹھی پر ہی گزارا کرنا پڑتا تھا۔ ادھر آ کر جہاں احساس ذمہ داری بڑھتی وہاں حب الوطنی بھی بڑھ جاتی ہے اور ملک میں رہ کر اس کو برا بھلا کہنے والے جب پردیس میں آتے ہیں تو وہ یہاں کے شفاف سسٹم میں رہ کر اس نتیجے پہ پہنچتے ہیں کہ ہم کو ایک قوم بن کر ملک کی ترقی اور استحکام کیلئے موثر اقدمات کرنا ہوں گے۔ الزامات اور جوابی الزامات کی بجائے دھرتی ماں کی بہتری کے لئے ایک ایجنڈے پہ متفق ہونا چاہئے۔ پردیس میں آئے ہوئے ان جلاوطنوں میں ایک بات مشترک ہے کہ وہ اپنے دیس اور اس میں بسنے والوں کی مشکلات سے بخوبی واقف ہوتے ہیں بلکہ جتنا درد وہ محسوس کرتے ہیں' دیس میں بیٹھے لوگ اتنا نہیں کرتے مگر ان کے ''پردیسی مسائل'' سے دیس والے آشنا نہیں ہوتے۔ وہ مصیبتوں اور پریشانیوں کا ذکر اور حل تو مانگتے ہیں مگر ان جلاوطنوں سے کبھی ان کے مسائل کا نہیں پوچھتے۔ بیچارے اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر پردیس آتے ہیں جہاں زبان، تہذیب، موسم، لباس، تمدن، سماج اور اقدار سب کچھ نیا ہوتا ہے۔ جس کو سمجھنے میں ان کو کافی وقت لگ جاتا ہے۔ ایک جدائی کا غم اور دوسرا روزگار مسئلہ۔ تیسرا دیسی مسائل۔ ان سب سے وہ اکیلا جنگ کرتا ہے۔

تارکین وطن میں قربانی کا جذبہ بھی دیکھنے لائق ہے۔ پردیس میں رہ کر وہ اپنی خواہشات کا گلا گھونٹ کر اپنے دیس میں گھر بار والوں کو خواہشات کو مقدم رکھتے ہیں۔ محنت کا یہ عالم کہ جس نے اپنے دیس میں کبھی تنکا بھی نہ توڑا ہوا ادھر ہر کام نہ صرف کرنے کو تیار رہتے ہیں بلکہ ہفتے کے 7 دن 12 سے 16 گھنٹے تک بھی کام کرتے نظر آتے ہیں۔ قناعت، عاجزی اور اتحاد کا پہلو بھی ان پردیسوں میں قابل دید ہے ایک چھوٹے سے فلیٹ یا کمرے میں 6، 7 افراد ل کر نہ صرف پیار سے رہ رہے ہوتے ہیں بلکہ ایک دوسرے کے دکھ درد اور تکلیف میں فیملی ممبر کی طرح مدد بھی کرتے ہیں۔ ان میں طالب علم، مزدور، تاجر سبھی شامل ہیں۔

نظم وضبط اور قانون کی پاسداری بھی دنوں میں سیکھ جاتے ہیں۔ اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔ موجودہ حالات میں تارکین وطن کی مشکلات تو اور بھی زیادہ ہو گئی ہیں۔ ہمارے ملک پہ جس طرح مکاری اور چالاکی سے دہشت گردی کا لیبل چسپاں کیا جا رہا ہے اس کے اثرات یہاں بسنے والوں پر بھی نمایاں ہیں اور ہم سے بڑی ہوشیاری سے امتیازی سلوک کیا جا رہا ہے۔ ہمارے کسی بھی طالب علم کو محض شک کی بنا پر ہی ملک بدر کر دینا اک عام سی بات ہے جبکہ ہمارے ملک میں کوئی باہر سے آ کر کھلے عام قتل وغارت کرے اس کو اعزاز کے ساتھ چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ہمارے غیر شفاف تعلیمی نظام کی وجہ سے ہمارے اعلیٰ تعلیم یافتہ کی ڈگریاں بھی سوالیہ نشان بن گئی ہیں اور ان کو یہاں پیشہ وارانہ جوہر دکھانے کے لئے پھر سے امتحانوں کے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ اپنے دیس سے نکلتے ہم یہ سوچ رہے ہوتے ہیں کہ اب جاتے ہی یورو، ڈالر یا پاؤنڈ کمانا شروع ہو جائیں گے اور سب مسائل ختم، مگر یہاں پہنچ کر پتہ چلتا ہے کہ دیس سے پردیس آ کر مسائل ختم تو نہ ہوئے مگر ان

کی شکل بدل گئی۔ ادھر تو ہر تارکین وطن اپنے ملک کا سفیر ہی نہیں ایک وکیل بھی ہے جو آئے دن ملک میں پیش آنے والے بڑے واقعات پر لوگوں کے چبھتے سوالوں کا جواب دلائل سے دینے کی کوشش کرتا ہیں۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہم اگر پردیس میں آ کر محنتی قربانی کے جذبے سے سرشار، متحد، عاجز، قانون کی پاسداری کرنے والے محبّ الوطن ہوسکتے ہیں تو اپنے ملک میں رہ کران خصوصیات کو استعمال کیوں کرتے؟ آخر دیس کا سارا ٹیلنٹ دوسرے مما لک کوہی فائدہ کیوں دے؟ سب سے پہلے پاکستان کیوں نہیں؟ آخر وہ کیا وجوہات ہیں کہ اک ماں یا بیوی اپنا زیور بیچ کر اپنے لخت جگر یا جان من کو پردیس بھیج کر خود جدائی کا زہر پینے کو ترجیح دیتے ہیں؟

سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com

17-08-2014